استفتاء

بحضور جناب مفتی صاحب زید معالیکم دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

السلام علیکم!

عرض یہ ہے کہ بندے کو زکوۃ کے ایک مسئلے میں اشکال ہے، امید ہے آپ حضرات بندے کی صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔

صورت مسئلہ یہ ہے:

(۱) ایک آدمی کے پاس دو تولے سونا ہے، جس کی قیمت ایک لاکھ روپے ہے، یہ آدمی روزانہ مزدوری کر کے کماتا ہے اور اسی سے اس کا گزران ہے۔ اس آدمی کے پاس گھر کے ضروری اخراجات کے علاوہ اور نقد روپیہ نہیں ہے۔ جو پیسے مزدوری کر کے کماتا ہے، انہیں ضروریات میں خرچ کرتا رہتا ہے۔ البتہ احتیاط کے طور پر اپنے پاس کچھ رقم جیب میں ضرور رکھتا ہے، جس کی مقدار 50 اور 100 سے لے کر 1000 دو ہزار تک رہتی ہے۔ سال بھر اس کی یہی حالت ہے۔ اب اس آدمی پر زکوۃ واجب ہے کہ نہیں؟ اور جو رقم اس کے پاس ہے وہ نصاب میں شمار ہوگی کہ نہیں؟ اس کا نصاب سونے والا ہوگا یا ان پیسوں کی وجہ سے چاندی کو محول ہوگا؟ (۲) زکوۃ واجب ہونے کی صورت میں بعض اوقات اس کو سونا بھی بیچنا پڑتا ہے، مثلاً سال کے اختتام پر صرف 100 روپیہ اس کے جیب میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور زکوۃ اس پر ڈھائی ہزار واجب ہے، تو کیا اس پر سونا بیچ کر زکوۃ دینا اور قربانی کرنا واجب ہے؟

(۳) اسی طرح ایک عورت ہے جس کے پاس دو تولے سونا ہے۔ تاہم اس کو جیب خرچ کے واسطے بھی 1000 یا 2000 ملتے ہیں۔ وہ ان پیسوں کو اپنی ضروریات میں خرچ کرتی رہتی ہے۔ پیسے کبھی کم ہوتے ہیں کبھی زیادہ، کبھی بالکل معدوم۔ سال بھر اس کی یہی حالت ہوتی ہے۔ اب اس عورت پر زکوۃ دینا اور قربانی کرنا واجب ہے کہ نہیں؟ (۴) اگر یہ عورت زکوۃ دے اور اس کے پاس سونے کے علاوہ نقدی کچھ نہ بچے تو وہ مستحق زکوۃ ہے یا نہیں؟ اسی طرح اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

مندرجہ بالا مسائل میں اشکال ابن ملک رحمہ اللہ تعالی کے ایک قول سے پیدا ہوا جو علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی نے نقل فرمایا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"(قوله وفسره ابن ملك) أي فسر المشغول بالحاجة الأصلية والأولى فسرها، وذلك حيث قال: وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقا كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر أو البرد أو تقديرا كالدين، فإن المديون محتاج إلى قضائه بما في يده من النصاب دفعا عن نفسه الحبس الذي هو كالهلاك وكآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها فإن الجهل عندهم كالهلاك، فإذا كان له دراهم مستحقة بصرفها إلى تلك الحوائج صارت كالمعدومة، كما أن الماء المستحق بصرفه إلى العطش كان كالمعدوم وجاز عنده التيمم. اهـ. وظاهر قوله فإذا كان له دراهم إلخ أن المراد من قوله: وفارغ عن حاجته الأصلية ما كان نصابا من النقدين أو أحدهما فارغا عن الصرف إلى تلك الحوائج، لكن كلام الهداية مشعر بأن المراد به نفس الحوائج، فإنه قال: وليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة؛ لأنها مشغولة

بحاجته الأصلية وليست بنامية. اهـــ. وبه يشعر كلام المصنف الآتي أيضا. وأشار كلام الهداية إلى أنه لا يضر كونها غير نامية أيضا؛ إذ لا مانع من خروجها مرتين كما خرج الدين ثانيا بقوله: فارغ عن حوائجه الأصلية، وخصه بالذكر كما قال القهستاني لما فيه من التفصيل.

قلت: على أنه لا يعترض بالقيد اللاحق على السابق الأخص، فإن الحوائج الأصلية أعم من الدين والنامي أعم منها لأنه يخرج به كتب العلم لغير أهلها، وليس من الحوائج الأصلية، لكن قد يقال: المتون موضوعة للاختصار فما فائدة إخراج الحوائج مرتين، نعم تظهر الفائدة في ذكر القيدين على ما قرره ابن ملك من أن المراد بالأول النصاب من أحد النقدين المستحق الصرف إليها، فيكون التقييد بالنماء احترازا عن أعيانها، والتقييد بالحوائج الأصلية احترازا عن أثمانها، فإذا كان معه دراهم أمسكها بنية صرفها إلى حاجته الأصلية لا تجب الزكاة فيها إذا حال الحول، وهي عنده، لكن اعترضه في البحر بقوله: ويخالفه ما في المعراج في فصل زكاة العروض أن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة، وكذا في البدائع في بحث النماء التقديري. اهـــ.

قلت: وأقره في النهر والشرنبلالية وشرح المقدسي، وسيصرح به الشارح أيضا، ونحوه قوله في السراج سواء أمسكه للتجارة أو غيرها، وكذا قوله في التتارخانية نوى التجارة أولا، لكن حيث كان ما قاله ابن ملك موافقا لظاهر عبارات المتون كما علمت، وقال ح إنه الحق فالأولى التوفيق بحمل ما في البدائع وغيرها، على ما إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول، وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول، بخلاف ما إذا حال الحول وهو مستحق الصرف إليها، لكن يحتاج إلى الفرق بين هذا، وبين ما حال الحول عليه، وهو محتاج منه إلى أداء دين كفارة أو نذر أو حج، فإنه محتاج إليها أيضا لبراءة ذمته وكذا ما سيأتي في الحج من أنه لو كان له مال، ويخاف العزوبة يلزمه الحج به إذا خرج أهل بلده قبل أن يتزوج، وكذا لو كان يحتاجه لشراء دار أو عبد فليتأمل، والله أعلم"

(ردالمحتار علی الدر المختار، 262/2، شاملہ)

(۵)

سوال یہ ہے کہ جمہور کے قول پر فتوی ہے، ابن ملک رحمہ اللہ تعالی کے قول پر یا توفیق پر؟ اگر توفیق پر فتوی ہے تو "دراہم ممسک للنفقہ" جو سال بھر خرچ ہونے کے بعد باقی بچے، کیا اس میں وہ رقوم بھی داخل ہیں جو مندرجہ بالا صورتوں میں اس آدمی یا عورت کے پاس آتی رہتی ہیں اور سال کے اختتام پر بھی کچھ رقم اس کے پاس ہو یا دراہم ممسک للنفقہ سے صرف وہی رقوم مراد ہے جو نفقہ کے لیے سال بھر محفوظ رکھی گئی ہو اور پھر اختتام سال پر کچھ باقی بچے؟ الغرض "امساک للحوائج الاصلیہ" اور "استحقاق الصرف الی الحوئج الاصلیہ" میں فرق ہے یا دونوں ایک ہے؟ نیز دراہم ممسک للنفقہ کی کوئی تحدید بھی ہے یا نہیں یا اس کا مدار عرف پر ہے؟ کیا 10 روپے بھی نصاب میں شمار ہونگے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالوہاب بنوی
جامعہ دار العلوم بنوں
6 ذوالحجہ، 1436ھ

(جواب منسلک ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامدًا ومصلّياً

واضح رہے کہ جس شخص کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو اور اس کے پاس کچھ نقدی بھی آجائے اور دونوں کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے اور زکوٰۃ کے قمری سال کے پہلے دن اور آخری دن وہ دونوں چیزیں اس شخص کی ملکیت میں موجود ہوں تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۱،۳)۔۔۔صورتِ مسئولہ میں مذکورہ رقم بھی نصاب میں شمار ہوگی اور دونوں کو ملا کر چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا جائے گا، لہٰذا اگر دو تولہ سونا اور مذکورہ نقدی دونوں کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے اور سال کے اول و آخر مذکورہ چیزیں اس کی ملکیت میں موجود ہوں تو اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہے، اسی طرح اگر قربانی کے تین دنوں میں مذکورہ نصاب اس شخص کی ملکیت میں ہو تو اس پر قربانی بھی واجب ہے۔

(۲)۔۔۔مذکورہ صورت میں اگر اس شخص کے پاس زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نقد رقم میسر نہ ہو تب بھی اس پر زکوٰۃ دینا لازم ہے، چاہے سونا بیچنا پڑے یا کسی سے قرض لینا پڑے۔

(۴)۔۔۔صورتِ مسئولہ میں اگر زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مذکورہ عورت کے پاس نقدی کچھ بھی نہ بچے، صرف مذکورہ دو تولہ سونا بچ جائے، اور اس کے پاس چاندی یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد سامان اتنا نہ ہو کہ اگر مذکورہ چیزوں (چاندی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان) کو دو تولہ سونا کے ساتھ ملا دیا جائے تو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو یہ عورت مستحقِ زکوٰۃ ہے، اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور اس پر زکوٰۃ اور قربانی بھی واجب نہ ہوگی۔

(۵)۔۔۔جہاں تک "شامی" کی عبارت کا ذکر ہے تو اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ "ابن ملک رحمہ اللہ" کا قول مفتیٰ بہ نہیں ہے، بلکہ جمہور کے قول پر ہی فتویٰ ہے، تاہم جمہور کے قول اور "توفیق" میں کوئی تضاد بھی نہیں، کیونکہ اگر کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے بقدر یا اس سے زائد نقدی موجود ہو، چاہے وہ نقدی اپنی حوائج اصلیہ کے لیے رکھی گئی ہو یا کسی اور مقصد کے لیے (جیسا کہ جمہور فقہاءِ احناف کا قول ہے) اور اس پر سال گزر جائے اور نصاب کے بقدر نقد رقم موجود ہو، یعنی نہ تو خرچ ہوئی ہو اور نہ ہی کسی حاجتِ اصلیہ میں دین کے طور پر واجب ہو (جیسا کہ توفیق میں ذکر کیا گیا ہے) تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

دار الافتاء

(جاری ہے۔۔۔)

خلاصہ یہ ہے کہ جو رقم سال کے دوران خرچ ہو جائے یا خرچ تو نہ ہو، البتہ اس رقم کے بقدر اس پر دین واجب ہو تو اس رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں، لیکن اس کے علاوہ جو رقم باقی بچے اور نصاب کے برابر ہو تو اختتام سال پر مذکورہ رقم پہ زکوٰۃ واجب ہے، اگرچہ اس کی نیت وہ رقم اپنے نفقہ میں خرچ کرنے کی ہو یا دین کے علاوہ اور کوئی ضرورت پوری کرنے کی ہو۔ بالفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ "دراہم ممسکہ للنفقہ" پر زکوٰۃ واجب ہے اور "دراہم مستحقۃ الصرف الی الحوائج الاصلیہ" یعنی دین میں ادائیگی کے لیے ہوں، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

الفتاوى الهندية – (١ / ١٧٤)

(ومنها كون النصاب ناميا) حقيقة بالتوالد والتناسل والتجارة أو تقديرا بأن يتمكن من الاستنماء بكون المال في يده أو في يد نائبه وينقسم كل واحد منهما إلى قسمين خلقي، وفعلي هكذا في التبيين **فالخلقي الذهب والفضة؛ لأنهما لا يصلحان للانتفاع بأعيانهما في دفع الحوائج الأصلية فتجب الزكاة فيهما نوى التجارة أو لم ينو أصلا أو نوى النفقة** والفعلي ما سواهما ويكون الاستنماء فيه بنية التجارة أو الإسامة، ونية التجارة والإسامة لا تعتبر ما لم تتصل بفعل التجارة أو الإسامة

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (٢ / ٢٦٢)

(قوله: وفارغ عن حاجته الأصلية) أشار إلى أنه معطوف على قوله عن دين (قوله وفسره ابن ملك) أي فسر المشغول بالحاجة الأصلية والأولى فسرها، وذلك حيث قال: وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقا كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر أو البرد أو تقديرا كالدين، فإن المديون محتاج إلى قضائه بما في يده من النصاب دفعا عن نفسه الحبس الذي هو كالهلاك وكآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها فإن الجهل عندهم كالهلاك، فإذا كان له دراهم مستحقة بصرفها إلى تلك الحوائج صارت كالمعدومة، كما أن الماء المستحق بصرفه إلى العطش كان كالمعدوم وجاز عنده التيمم. اهـ. وظاهر قوله فإذا كان له دراهم إلخ أن المراد من قوله: وفارغ عن حاجته الأصلية ما كان نصابا من النقدين أو أحدهما فارغا عن الصرف إلى تلك الحوائج، لكن كلام الهداية مشعر بأن المراد به نفس الحوائج، فإنه قال: وليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل

(جاری ہے۔۔۔)

ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة؛ لأنها مشغولة بحاجته الأصلية وليست بنامية. اهـ. وبه يشعر كلام المصنف الآتي أيضا. وأشار كلام الهداية إلى أنه لا يضر كونها غير نامية أيضا؛ إذ لا مانع من خروجها مرتين كما خرج الدين ثانيا بقوله: فارغ عن حوائجه الأصلية، وخصه بالذكر كما قال القهستاني لما فيه من التفصيل.

قلت: على أنه لا يعترض بالقيد اللاحق على السابق الأخص، فإن الحوائج الأصلية أعم من الدين والنامي أعم منها لأنه يخرج به كتب العلم لغير أهلها، وليس من الحوائج الأصلية، لكن قد يقال: المتون موضوعة للاختصار فما فائدة إخراج الحوائج مرتين، نعم تظهر الفائدة في ذكر القيدين على ما قرره ابن ملك من أن المراد بالأول النصاب من أحد النقدين المستحق الصرف إليها، فيكون التقييد بالنماء احترازا عن أعيانها، والتقييد بالحوائج الأصلية احترازا عن أثمانها، فإذا كان معه دراهم أمسكها بنية صرفها إلى حاجته الأصلية لا تجب الزكاة فيها إذا حال الحول، وهي عنده، لكن اعترضه في البحر بقوله: ويخالفه ما في المعراج في فصل زكاة العروض أن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة، وكذا في البدائع في بحث النماء التقديري. اهـ.

قلت: وأقره في النهر والشرنبلالية وشرح المقدسي، وسيصرح به الشارح أيضا، ونحوه قوله في السراج سواء أمسكه للتجارة أو غيرها، وكذا قوله في التتارخانية نوى التجارة أولا، لكن حيث كان ما قاله ابن ملك موافقا لظاهر عبارات المتون كما علمت، وقال ح إنه الحق فالأولى التوفيق بحمل ما في البدائع وغيرها، على ما إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول، وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول، بخلاف ما إذا حال الحول وهو مستحق الصرف إليها، لكن يحتاج إلى الفرق بين هذا، وبين ما حال الحول عليه، وهو محتاج منه إلى أداء دين كفارة أو نذر أو حج، فإنه محتاج إليها أيضا لبراءة ذمته وكذا ما سيأتي في الحج من أنه لو كان له مال، ويخاف العزوبة يلزمه الحج به إذا خرج أهل بلده قبل أن يتزوج، وكذا لو كان يحتاجه لشراء دار أو عبد فليتأمل، والله أعلم

الموسوعة الفقهية الكويتية – (٢٣ / ٢٤٢)

وقد جعل ابن ملك من هذا النوع أن يكون لديه نصاب دراهم أمسكها بنية صرفها إلى الحاجة الأصلية فلا زكاة فيها إذا حال عليها الحول عنده ، لكن اعترضه ابن نجيم في البحر الرائق ، بأن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة ، ونقله عن المعراج والبدائع . (٢)

ولم يذكر أي من أصحاب المذاهب هذا الشرط مستقلا ، ولعله ؛ لأن الزكاة أوجبها الشرع في أجناس معينة من المال إذا حال الحول على نصاب كامل منها ، فإذا وجد ذلك وجبت الزكاة ، واستغناء بشرط النماء . والنتيجة واحدة.........................والله تعالى أعلم بالصواب

عبد الوہاب عفا اللہ عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

٦/محرم الحرام/١٤٣٧ھ

الجواب صحیح
محمد یعقوب
٦/١/١٤٣٧ھ

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ
٦/١/١٤٣٧ھ

الجواب صحیح
٦/١/١٤٣٧ھ

الجواب صحیح
٦/١/١٤٣٧ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد المنان عفی عنہ
٨/١/١٤٣٧ھ